مصنف بتاتے ہیں کہ ان کے والد پکے آغا خانی تھے۔ ان کے دادا بھانجی نتھو، اسماعیلی آغا خانی ہندوؤں میں سے تھے۔ والد کے پڑدادا کا نام پریم جی تھا۔ ڈیڑھ صدی پہلے راج کوٹ (بھارت) میں شدید قحط پڑا تو یہ لوگ کراچی آ بسے۔ اکبر علی اوائل عمر ہی سے اسماعیلی جماعت خانے جانے لگے، مگر وہاں کے طور طریقوں نے انھیں ذہنی کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ ان کا ذہن اس بات کو قبول نہ کرتا کہ "حاضر امام" (یعنی اپنے ہی جیسے انسان) کو خدا سمجھ کر اس کی تصویر کو سجدہ کیا جائے۔ ہدایت تھی کہ انتہائے عبادت پر اللھم لک سجودی وطاعتی پڑھا جائے۔ "حاضر امام" ہی سے مرادیں مانگی جائیں وغیرہ۔ اکبر علی جماعت خانے سے ہر روز سوالوں کا ذخیرہ لے کر آتے اور گھنٹوں حیران اور متفکر رہتے۔ آخر ایک روز، ریڈیو پاکستان کے دینی پروگرام میں نشر ہونے والی ایک آیت قرآن (کے ترجمے) نے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کچھ روحانی سکون میسر آیا۔ قرآن کا مطالعہ شروع کیا اور اللہ نے ہدایت نصیب فرمائی۔

زیر نظر کتاب بطور آپ بیتی لکھی گئی ہے مگر اس میں ذاتی حالات کم ہیں اور اسماعیلیوں کی تاریخ، عقائد، عبادات، آغا خانیوں کا ارتقا، جماعت خانوں کے رسوم و آداب، آغا خان سوم اور چہارم کے حالات، مشاغل حیات، ان کی بے پناہ دولت، عیش و عشرت، معاشقوں، گھڑ دوڑوں اور اسماعیلی مخفی طور طریقوں کی تفصیل زیادہ ہے۔ اکثر و بیشتر اصحاب (بشمول تبصرہ نگار) ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ بعض باتیں بہت چونکانے والی ہیں، مثلاً: آغا خاں "حاضر امام" کا مقام و مرتبہ (نعوذ باللہ) خدا کا ہے۔ اصل عبادت خانہ "جماعت خانہ" ہے، نہ کہ مسجد۔ ۱۹۸۳ میں مرحوم صدر محمد ضیا الحق، آغا خان میڈیکل یونی ورسٹی کا چارٹر عطا کرنے گئے تو احاطے میں ایک مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ یونی ورسٹی تو بن گئی مگر مسجد کی تعمیر اسی سنگ بنیاد کے مرحلے پر رکی ہوئی ہے۔ اکبر علی تعجب سے پوچھتے ہیں 'یادگاری پتھر کو وہاں سے غائب کیوں نہیں کیا گیا (ص ۱۰۹)۔ آغا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ آغا خان "حاضر امام" کا دیدار ہو جانے پر سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور حج کا ثواب بھی ملتا ہے۔ خود آغا خان نے کبھی حج نہیں کیا (ص ۲۷۲–۲۷۴)۔ آغا خان سوم فلسطین میں صیہونی سلطنت کے نہ صرف حامی تھے بلکہ ۱۸۹۸ میں انھوں نے عثمانی خلیفہ عبدالحمید سے اس کے لیے سفارش بھی کی تھی (ص ۱۰۰)۔ اسماعیلی، ہندو سماج میں ہندوؤں جیسے نام رکھتے ہیں اور انھی کے سے طور طریقے اختیار کر لیتے ہیں۔ مصنف کے آباء و اجداد میں سے بعض بیک وقت ہندو بھی تھے اور اسماعیلی بھی (ص ۱۷۱)۔ بعض خاص مجالس کی رکنیت کے لیے بھاری فیسیں مقرر ہیں۔ "۱۲ سال کی عبادت ۱۲ سو روپے اور ۵ سال کی عبادت ۵ سو روپے ادا کرنے پر معاف ہو سکتی ہے" (ص ۲۸۲)۔ ایک عام قاری کے لیے آغا خانی مذہب کی لمبی تفصیل حیران کن اور کئی اعتبار سے پریشان کر دینے والی

ہے ۔ دیوبند ' سہارن پور ' کراچی ' اکوڑہ خٹک ' الازہر اور سعودی عرب کے جید علما کے فتاویٰ کے عکس شامل کتاب ہیں جن میں قرار دیا گیا ہے کہ اسماعیلی مسلمان نہیں ہیں ۔

مصنف نے یہ کتاب "آگ کی طرف گامزن قدموں کو روکے جانے کا شعور" پیدا کرنے کے لیے لکھی ہے ۔ بلاشبہ جب کچھ لوگ مسلمان ہونے کے مدعی ہوں اور مسلم معاشرے میں کچھ سیاسی عزائم بھی رکھتے ہوں تو ان کے عقائد اور سرگرمیوں کا جائزہ لینا ضروری ہو جاتا ہے ۔ جناب اکبر علی نے گھر کے بھیدی کی حیثیت سے ' ذاتی معلومات ' تجربات اور مشاہدے پر مبنی بہت سے دلچسپ اور عبرت ناک واقعات بیان کیے ہیں ۔ کتاب میں نئی پرانی ' دستیاب اور نایاب کتابوں کے حوالے اور نادر دستاویزات کے عکس بھی شامل ہیں ۔ اصل انگریزی کتاب کا یہ ملخص ترجمہ ہے ۔ (رفیع الدین ہاشمی)

نیو ورلڈ آرڈر ' امجد حیات ملک ' ناشر: ۲۲۲ ۔ بی نیو چوبرجی پارک ' چوبرجی ' لاہور ۔ صفحات: ۲۲۵ ۔ قیمت: ۲۰۰ روپے ۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہمارے نوجوان اور ملک و قوم کے ذمہ دار تاریخ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں؟ اس کا اندازہ لازمی نصاب میں شامل تاریخ کے حصے سے کیا جا سکتا ہے ۔ (اور اختیاری طور پر کتنے پڑھتے ہیں ' یہ بھی کوئی راز نہیں ہے) ۔ تاریخ کو قوم کا حافظہ کہا جاتا ہے ۔ جسے مستقبل کی تعمیر اپنے نظریہ حیات کے مطابق کرنا ہو ' وہ اس سے بے بہرہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کتاب کے ذریعے امجد حیات ملک کی بے چینی سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے دل میں جو درد ہے ' سب اس سے آشنا ہو جائیں ' بلکہ اسے اپنا لیں ' لیکن ۲۲۵ صفحات کی یہ کتاب! ہمارا نوجوان تو "خلاصے" چاہتا ہے ۔ سلمان رشدی کی واہیات سے جو منظر بنا ' اس نے مصنف کو تحریک دی اور انھوں نے ورلڈ آرڈر کے حوالے سے پوری تاریخ کھنگال ڈالی ۔

انھوں نے غیر معمولی محنت سے تاریخی واقعات کے پس پشت کام کرنے والے عناصر تک پہنچنے کی کوشش کی ' اور یوں قاری کے لیے بیش قیمت معلومات نکال کر لائے ہیں ۔ بعض اوقات ان کی تفصیلات میں کھو کر قاری کا رابطہ اصل بات سے کٹ بھی جاتا ہے ۔ اندلس میں مسلمانوں کا خاتمہ ' امریکہ میں ریڈ انڈین کا خاتمہ ' افریقہ کے سیاہ فاموں پر مظالم ' زرد فاموں (فلپائن ' کوریا ' جاپان) پر تسلط ' یہ سب تفصیلات پیش کی گئی ہیں ۔ اور آخری بات صیہونی سازش کی پیش کی ہے ۔ تبصرہ نگار کو دنیا کے ہر کام میں سازش اور وہ بھی صیہونی سازش تلاش کرنے کے نقطہ نظر سے اختلاف ہے ۔ صیہونی سازش ہو یا نہ ہو ' مگر حالات امت مسلمہ کو دعوت عمل دیتے ہیں کہ وہ اپنے حقیقی منصب یعنی عالمی قیادت تک پہنچے ' اور جو عالمی نظام خالق کائنات نے اپنے رسول آخرؐ کے ذریعہ پہنچایا ہے ' اس کی